۱

اہلبیت

من افاضات جناب مولوی حاجی حکیم السید مقبول احمد صاحب قبلہ مدظلہ العالی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا

تمہید

ہمارے مضمون کی جو سرخی ہے وہ دو لفظوں سے مرکب ہے اہل اور بیت مگر ان دو لفظوں کی صحیح ترکیب اور حقیقی مفہوم سمجھنے کیلئے سینکڑوں نہیں ہزاروں۔ لاکھوں بلکہ یہ کہنا ذرا بھی مبالغہ نہ ہوگا کہ کروروں اوراق تصنیف و تالیف ہوئے۔ یا سفید سے سیاہ کئے گئے۔ مگر جو بزرگان دین لفظ اہلبیت کا حقیقی مفہوم اور معنے ہیں انکو بہت ہی کم لوگوں نے پہچانا۔ دین کی مقدس کتابوں میں خلقتِ انسان کی جو غرض و غایت بیان کی گئی ہے اسکی سب سے اعلیٰ تعلیم حضراتِ انبیاء علیہم السلام نے دی۔ مگر جب نبوت کا خاتمہ ہوا۔ خاتم النبیینؐ نے یہ امر خدا ہدایتِ مخلوق کا ذمہ دار جنکو چھوڑا وہ اور کوئی نہ تھے مگر اہلبیت۔

سب پر حاوی ہے کلام خدا میں یہ موجود ہے وَاِذْ فَرَقْنَا بِکُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَیْنٰکُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (پارہ ۱ سورۃ البقرۃ رکوع ۶) اور (اے بنی اسرائیل اُسوقت کو یاد کرو) جبکہ تمہاری لئے ہمنے سمندر کو پھاڑ دیا تھا۔ پھر تمکو نجات دی تھی۔ اور تمہاری دیکھتے دیکھتے فرعون والون کو ڈبو دیا تھا۔ دیکھئے اس میں آلِ فرعون سے فرعون کی اولاد مراد نہیں ہے بلکہ اُسکے تمام ماننے والے اور ملازمین خواہ سول تھے یا ملٹری یا ملازمان ذات خاص یا پبلک ورکس تھے یا گورنمنٹ یا ہیڈ

آلِ محمدؐ سے کون مراد ہیں ؟

لفظِ آل کے ان دونوں معنوں پر غور کرنیسے ناظرین کو کوئی شبہ باقی نہیں رہ سکتا کہ آلِ محمدؐ سے عام اُمّت تو کجا خود عام سادات واولادِ رسولؐ بھی مراد نہیں۔ بلکہ آلِ رسولؐ میں سے صرف وہ نفوسِ مقدسہ مراد ہیں جو کامل اور حقیقی اتباعِ رسولؐ کا کرنیوالے تھے اور جنابِ رسولِ خدا کا کامل اتباع اور پوری پیروی بلا حصولِ علمِ لدنّی اور مرتبۂ عصمت ناممکن ہے۔ لہٰذا درود شریف میں آلِ محمدؐ سے صرف معصومینِ آلِ محمدؐ یا صاحبانِ عصمت و طہارت مراد ہیں۔ نہ کہ کوئی اُنکا غیر۔ جیسا کہ جناب امام رضا علیہ السّلام نے اپنے بھائی زید ابنِ موسیٰؑ کاظم سے ارشاد فرمایا تھا کہ اے زید تمکو یہ بات دھوکے میں نہ ڈالے کہ ذرّیتِ فاطمہؑ پر آتشِ دوزخ حرام ہے۔ اس حدیث میں ذرّیتِ فاطمہؑ سے صرف وہ اولادِ امیر المومنین مراد ہے جو بطنِ مقدسہ جنابِ فاطمہ زہراؑ سے تولد ہوئی یعنی جناب حسنینؑ و جناب زینبؑ و اُمِّ کلثومؑ و محسن علیہم السّلام۔ نہ یہ کہ تمام اُنکی اولاد بلکہ بعد میں جو جیسا کریگا ویسا پائیگا۔ کیا تمہارے نزدیک یہ جائز ہے کہ تمہارے والد ماجد جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تو شب و روز خدا تعالیٰ کی جانگاہ عبادتین بجا لائیں اور تم نافرمانی میں بسر کرو اور پھر خدا دونوں کو ایک بہشت میں جمع کر دے۔ بفرضِ محال اگر ایسا ہو تو گویا خدا کے نزدیک تمہارا رتبہ خود جناب امام موسیٰؑ کاظم سے زیادہ ٹھیرا۔

اہلبیتؑ کے مفہوم میں تاویلیں

جسطرح آلِ محمدؐ کے معنی عام پیروان محمدؐ بیان کئے گئے اسی طرح اور اس سے بھی کچھ

زیادہ رکیک تاویلیں اور لغو و بیہودہ تقریریں اہلبیتؑ کے مفہوم حقیقی پر پردہ ڈالنے کیلئے کی گئی ہیں۔ کل تفسیر لکھنے والوں اور اصطلاحی تاویل کرنیوالونکی قریب قریب جملہ تقریروں اور تحریروں کا خلاصہ ماحصل یا لُبِّ لُباب یہ ہی کہ بیت سے مراد بیت اطاعت ہی۔ یا بیت قرابت۔ بیت اطاعت کی رو سے تو کل اُمت اہلبیت ہی۔ اور بیتِ قرابت کے دو حصے ہیں۔ بیت نسبی اور بیتِ سببی۔ کیونکہ قرابت دو ہی طرح کی ہوتی ہی۔ یعنی نسبی جسمیں حسبی بھی شامل ہی جسے ہمارے محاورہ میں دادھیال اور ننھیال کہتے ہیں۔ اور بیت سببی سسرال و سمدھیانہ پس اِس توجیہ سے آنحضرتؐ کے جتنے دادھیالی و ننھیالی۔ سسرالی و سمدھیانہ کے رشتہ دار ہیں خواہ وہ رشتے واقعی ہوں یا ادعائی۔ وہ سب اہلبیت ہوگئے اِن تاویلات رکیکہ اور توجیہاتِ خفیفہ کے ذریعہ سے عام اُمت عمیق بحر ضلالت میں غرق کردی گئی۔ جناب رسالت مآب بہ سبب علمِ نبوت اِس طوفان کے آنے سے باخبر تھے اور اُنھوں نے اِس ڈوبنے سے بچنے کی کوشش کرنیوالوں کیلئے کشتی چھوڑی ہی مگر وہ کشتی خود اہلبیت ہیں

سفینۂ نجات ڈھونڈھنے والونکی حالت

چونکہ اِس زمانہ میں علم عام ہی اور ہر شخص کو یہ شوق ہی کہ اپنی مقدور بھر ہر امر کی تحقیق و تفتیش کرے اور غور و خوض کو کام میں لائے۔ لہذا جو بندگان خدا بلا تعصب و نفسانیت مذہبی باتونکی تحقیق کرنیوالے ہیں اُنکی حالت ہمیں ایسی معلوم ہو رہی ہی جیسی اُن ڈوبنے والوں کی ہوتی ہی جو ایک دفعہ تو تہ میں بیٹھ جاتے ہیں اور پھر پانی اُن کو اُبھار کر اوپر لاتا ہی اور وہ ہر طرف امداد کیلئے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں جس کیفیت کو اِس مثل میں بخوبی بیان کیا گیا ہی اَلْغَرِیْقُ یَتَشَبَّثُ بِالْحَشِیْشِ (ڈوبتا تنکے کا سہارا ڈھونڈھتا ہی)

غرض مضمون ہذا

ہمکو امید ہی کہ سہارا ڈھونڈھنے والونکو اِس مضمونکے سمجھ لینے سے خود وہ کشتی ہاتھ



آجائیگی - اور عجب نہیں - بلکہ یہ کشتی ہل گئی تو شک ہی نہیں کہ انکا بیڑا بھی پار ہو جائیگا سنئے سنئے - غور سے سنئے - دل کے کانوں سے سنئے اور دل کی آنکھوں سے دیکھئے - کیونکہ معمولی کان اور آنکھیں جب تک دل متوجہ نہو صحیح کام نہیں دے سکتیں ہم اپنے ناظرین کی خاص توجہ اس سبب سے مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ منطقی ملاؤں کے ہتکنڈوں اور فیلسوفی فریبوں کا گہرا رنگ عام طبیعتوں پر چڑھا ہوا ہی جسکے دور کرنیکے لئے زبردست مصالحہ درکار ہی مگر چونکہ ہم اور ہمارا مضمون خود خدا کی رنگینی میں رنگے ہوئے ہیں اسلئے ہمکو امید قوی ہی کہ یہ رنگ سب رنگوں پر غالب آئیگا - کیونکہ وہ خود سبحانہ وتعالی شانہ وعظم برہانہ فرماتا ہی صِبْغَةَ اللّٰهِ ج وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ج (اللہ کا رنگ - اور اللہ کے رنگ سے چوکھا رنگ ہوگا کس کا؟)

قرآن میں اہل البیت ہے

دیکھئے غور سے دیکھئے - فریب بازیوں کی رنگ سازیاں یہ ہیں کہ قرآن مجید میں خدائے تعالی نے **اہل البیت** فرمایا ہی نہ کہ **اہل بیت** پہلی بات غور کے قابل تو یہی ہی کہ

ترتیب قرآن موافق تنزیل نہیں ہی

دوسرے یہ بھی کچھ کم خیال کے قابل نہیں کہ وہ پوری آیت جس میں اہل البیت کا ذکر ہی ترتیب دینے والوں نے سورہ احزاب میں ازواج کے بیان میں اس انداز سے ٹھونس دی ہے کہ وہ بجائے کامل آیت ہونیکے آیت کا ایک جزو ہو کر رہگئی جو قرآن مجید ہمارے ہاتھوں میں ہی یہ ہمارا اعتقاد ہی کہ بے کم وکاست کلام خدا ہی مگر اسکی ترتیب خدائی ترتیب ہرگز نہیں یہ ترتیب دیا ہوا گنہگار آدمیونکا ہی - جنہوں نے اپنے اغراض فاسدہ کے لئے اسکو الٹ پلٹ ضرور کردیا ہی - یہ قصہ بجائے خود تفصیل طلب ہی جسے ہم اپنے مضمون **ترتیب قرآن** میں انشاء اللہ مفصل بیان کرینگے -

مثال

یہاں صرف ایک مثال پر اکتفا کرتے ہیں - تمام امت کے نزدیک یہ بات مسلّم ہی

کہ سب سے پہلے جو آیتیں نازل ہوئیں وہ یہ تھیں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ اور سب سے آخر میں جو آیت نازل ہوئی وہ یہ تھی اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (پارہ ۶ سورۂ مائدہ رکوع ۱) مگر اب ناظرین مروجہ قرآن مجید میں دیکھ لیں کہ پہلی آیتیں کہاں ہیں اور پچھلی کہاں؟ جملہ آیات قرآنی کو خلاف ترتیب نزول جمع کرنے سے جو فریب دہی اور گمراہی مد نظر رکھی گئی تھی اُس کا ایک شمہ ہم اپنے مضمون آیۂ تطہیر میں انشاءاللہ بیان کریں گے جس سے یہ بھی واضح ہو جائیگا کہ جب دنیوی معاملات میں جلسازوں کے جعل کھل جاتے ہیں تو یہ تو ہدایت کا اور خدا کا معاملہ ہے اسمیں یہ کیونکر ممکن تھا کہ وہ جعل نہ کھلتا اور دہوکہ دینے والوں کے اغراض فاسدہ کا اعلان نہ ہوتا۔

اہل البیت کے معنی و مفہوم

اب ہم سب سے پہلے وہ پوری آیت جو آیۂ تطہیر کے مبارک نام سے موسوم ہے تحریر کر کے اَهْلَ الْبَیْتِ کے معنی بحکم تفسیر القرآن بالقرآن بیان کرتے ہیں جسے ایک نظر دیکھ لینے سے متلاشی کے دلمیں انشاءاللہ آن واحد کے لئے بھی اُسکے مضمون حقیقی کو سمجھ لینے کے لئے شک و شبہ باقی نہ رہیگا اور پہچاننے والے انشاءاللہ ماننے والوں کے درجہ میں آجائیں گے وہ آیتیہ ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا (پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب رکوع ۴) اے اہل البیت سوائے اسکے نہیں ہے کہ خدا ارادہ کئے ہوئے ہے کہ تم سے ہر قسم کے رجس کو دور رکھے اور تمکو ایسا پاک رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے اس آیت میں لفظ **اہل البیت** دو کلموں یعنی اہل اور البیت سے مرکب ہے۔ اب ہمکو لغت سے اُسکے ہر جزو یعنی اہل اور البیت کے معنے پہلے حل کر لینے چاہییں جن کے حل ہو جانے کے بعد خود مرکب کے معنے سمجھنے میں انشاءاللہ کوئی دقت نہ رہے گی۔

اہل کے معنی

(لفظ اہل کے لغوی معنی حسب اندراج ذیل ہیں)۔

(۱) اولاد (۲) تابعین یا پیرو (۳) کنبہ یعنی عزیز واقارب (۴) لائق۔ قابل۔ مستحق (۵) کسی مقام۔ ملک۔ شہر۔ قصبہ۔ دیہات یا مکان کے رہنے والے۔ (۶) کسی سواری کے سوار (۷) کسی پیشہ کے کرنیوالے (۸) کسی خاص صفت سے متصف (۹) زوجہ بشرطیکہ کنبہ کی بیٹی ہو (۱۰) مالک (۱۱) وارث۔

کلام پاک سے ہر ہر معنی کی مثال

اب نمبروار ہر ایک کی مثالیں جو بیشتر کلام خدا سے ہوں گی درج کی جاتی ہیں

(۱) وَنَادٰی نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ ج وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ ہ قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ج اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ق (پارہ ۱۲ سورہ ہود۔ رکوع ۴) اور نوحؑ نے اپنے پروردگار کو پکار کر عرض کی کہ اے میرے پروردگار میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور بیشک تیرا وعدہ سچا اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے (جواب میں خدا نے فرمایا وہ تیری اولاد سے نہیں ہے۔ یقیناً اُسکے عمل اچھے نہیں ہیں۔ یہاں اہل سے صاف اولاد مراد ہے۔

(۲) (الف) وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰی ہ (سورہ طٰہٰ رکوع ۸۔ پارہ ۱۶) اور اپنے تابعین کو نماز کا حکم دو اور اُسکی تکلیف برداشت کرو۔ ہم تم سے کوئی رزق نہیں مانگتے ہم خود تمکو رزق دیتے ہیں اور انجام پرہیزگاری کا بہتر ہے۔ یہاں اہل سے تابعین مراد ہیں۔ خواہ اولاد ہو یا غیر اولاد

(ب) وَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ہ (سورہ عنکبوت رکوع ۴۔ پارہ ۲۰) اور جس وقت ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوطؑ کے پاس پہنچے تو اُنکو اپنی اُمت سے اُن فرشتوں کے بارے میں رنج پہنچا۔ اور اُنکی حفاظت کے بارے میں اپنے آپکو کوتہ دست پایا۔ اُسوقت اُن فرشتوں نے کہا کہ اے لوطؑ نہ تم آیندہ کے بارے میں خوف کرو

نہ گزشتہ کارنج کرو۔ ہم یقیناً تمکو اور تمہاری تابعین کو بچا لیں گے۔ سوا تمہاری زوجہ کے جو پیچھے رہجانیوالوں میں ہوگی۔ یہاں بھی اہل سے مراد تابعین سے لی گئی۔ اور زوجہ بوجہ اطاعت نہ کرنے کے خارج کی گئی۔

(۳) وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَکَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا ہ (سورۂ نساء رکوع ۶۔ پارہ ۵) اور اگر تمکو مرد و عورت میں جدائی کا اندیشہ ہو تو ایک پنچ شوہر کے کنبہ سے مقرر کرو۔ اور ایک پنچ زوجہ کے کنبہ سے۔ اگر ان دونوں کا مصالحت کا ارادہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ زن و شوہر کو موافقت کی توفیق عنایت فرمائیگا! اسمیں شک نہیں کہ خدا تعالیٰ صاحب علم و خبر ہے اس آیت میں اہل سے مراد کنبہ یا عزیز و اقارب لی گئی ہے۔

(۴) اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَکِیْنَتَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلْزَمَهُمْ کَلِمَةَ التَّقْوٰی وَکَانُوْا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا وَکَانَ اللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ہ (سورۃ الفتح۔ رکوع ۳ پارہ ۲۶) جبوقت کافروں نے اپنے دلوں میں حمیت کی ٹھان لی اور حمیت بھی جاہلیت کی حمیت تو خدا تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور مومنین پر اپنا سکینہ نازل فرمایا اور انکے لیے کلمۂ تقویٰ لازم کر دیا۔ وہ اسکے مستحق اور اہل بھی تھے۔ یہاں اہل سے مراد مستحق۔ قابل اور لائق ہے۔

(۵) (الف) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ اِنَّ اَهْلَبَیْتِیْ اَمَانٌ لِاَهْلِ الْاَرْضِ کَمَا اَنَّ النُّجُوْمَ اَمَانٌ لِاَهْلِ السَّمَآءِ ہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ میرے اہلبیت زمین والوں کے لئے ویسے ہی امان ہیں جیسے ستارے آسمان والوں کے لئے۔ یہاں اہل سے مراد رہنے والے ہیں۔

(ب) ملک کے رہنے والے عام طور سے اہل عرب۔ اہل عجم۔ اہل ہند۔ اہل بادیہ وغیرہ مشہور ہیں

(ج) وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ یَسْتَبْشِرُوْنَ ہ (سورۂ حجر۔ رکوع ۵۔ پارہ ۱۴) اور شہر کے رہنے والے خوش ہوتے ہوئے آئے۔ یہاں اہل سے مراد شہر کے رہنے والے ہیں

(د) وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰی قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِکُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ

اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝ (سورہ عنکبوت رکوع ۴ پارہ ۲۰) اور جسوقت ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیمؑ کے پاس خوشخبری لیکر آئے انھوں نے کہا ہم ضرور اس گاؤں والونکو ہلاک کرینگے کہ اس گاؤں کے رہنے والے ظالم ہیں۔

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝ (سورہ اعراف رکوع ۱۲ پارہ ۹) اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ (سورہ اعراف رکوع ۱۲ پارہ ۹) کیا دیہات والے اس سے مطمئن ہوگئے کہ ہمارا عذاب اُنکو راتوں رات آئے اور وہ سوتے کے سوتے رہجائیں۔ یا دیہات والے اس سے مطمئن ہوگئے کہ ہمارا عذاب اُنکو دن دہاڑے آئے۔ اور وہ کھیل کود ہی میں ہوں یہاں مثالوں سے ظاہر ہے کہ دیہات کے رہنے والوں کے لیے اہل کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

(۵) وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ۝ (سورۃ القصص رکوع ۱ پارہ ۲۰) اور ہمنے اُسپر دودھ پہلے ہی سے حرام کردیے تھے۔ پس اُسکی بہن نے کہا کیا میں تمہیں ایسے گھر والے بتلادوں جو تمہاری طرف سے اس بچہ کی کفالت کریں اور وہ اسکے خیر خواہ بھی ہوں۔ یہاں اہل سے مراد صاحبان مکان ہیں

(۶) فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِى السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا ۝ (سورۃ الکہف رکوع ۱۰ پارہ ۱۵) پس (موسیٰ و خضر) دونوں چلے۔ یہانتک کہ کشتی میں سوار ہوئے جسے حضرت خضر نے توڑ ڈالا۔ اسوقت (حضرت موسیٰ نے) کہا کیا یہ کشتی آپنے اس لئے توڑی ہے کہ کشتی والوں کو ڈبودیں۔ بیشک یہ کام آپ سے نامناسب ہوا۔ یہاں اہل سے مراد سواران کشتی ہیں۔

(۷) مشہور عام ہے اہل سیف۔ اہل حرفہ۔ اہل قلم وغیرہ

(۸) اَهْلُ الْبَغْيِ وَالطُّغْيَانِ۔ اَهْلُ الظُّلْمِ وَالْعُدْوَانِ اَهْلُ النِّفَاقِ وَالشِّقَاقِ

(۹) وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

(سورۂ یوسف۔ رکوع ۳۔ پارہ ۱۲) اور دونوں دروازے کی طرف لپکے۔ اور زلیخا نے حضرت یوسفؑ کا کرتہ پیچھے سے پھاڑ ڈالا۔ اور زلیخا کے شوہر سے دروازے کے قریب مڈبھیڑ ہوئی۔ زلیخا نے کہا کہ جو شخص تمہاری زوجہ سے بدی کا ارادہ کرے اسکی سزا اسکے سوا کیا ہے کہ قید کیا جائے یا دردناک عذاب میں مبتلا ہو۔ یہاں اہل سے مراد زوجہ ہے۔ پرانی تاریخوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زلیخا عزیز مصر کی چچازاد بہن بھی تھی۔ اور اسکی مزید وضاحت کیلئے یہ بات قرآن مجید سے ثابت ہے کہ چونکہ رسولِ خدا کی ازواج میں بیشتر ایسی تھیں جو کسی کی بیٹیاں نہ تھیں۔ اسلئے خدا نے انکے لئے یا تو نساء کا لفظ فرمایا ہے یا ازواج کا۔ مثلاً

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ یُّضٰعَفْ لَہَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ؕ وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا ؕ (سورۃ الاحزاب۔ رکوع ۴۔ پارہ ۲۱) اے نبیؐ کی بیبیو! جو تم میں سے کھلی بدی کریگی اسکو دگنا عذاب دیا جائیگا۔ اور اللہ کے لئے یہ بات آسان ہے۔ یہاں دیکھیے نبیؐ کی ازواج کو نساء فرمایا ہے۔

اور یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ (سورۂ تحریم۔ رکوع ۱۔ پارہ ۲۸) اے نبیؐ جو کچھ اللہ نے تمہارے لئے حلال کر دیا تم اسکو حرام کیوں کرتے ہو؟ کیا تم اپنی ازواج کی خوشی چاہتے ہو؟ یہاں پر ازواج کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ مگر اہل کہیں نہیں فرمایا معلوم ہوا کہ وہ سب بحیثیت مجموعی اس لفظ کی اہل نہ تھیں۔

(۱۰) (الف) فَانْکِحُوْہُنَّ بِاِذْنِ اَہْلِہِنَّ (سورۂ نساء۔ رکوع ۴۔ پارہ ۵) پس ان (لونڈیوں) سے انکے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو۔ یہاں اہل کے معنے مالک کے ہیں۔

(ب) اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَہْلِہَا (سورۂ نساء رکوع ۸ پارہ ۵) تحقیق کہ اللہ تمکو حکم دیتا ہے کہ امانتیں انکے مالکوں کو پہنچاؤ۔ یہاں بھی اہل کے معنی مالک کے ہیں۔

(۱۱) مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ مُّؤْمِنَۃٍ وَّدِیَۃٌ مُّسَلَّمَۃٌ اِلٰۤی اَہْلِہٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّصَّدَّقُوْا ؕ (سورۂ نساء رکوع ۱۳۔ پارہ ۵) جو شخص غلطی سے کسی مومن کو قتل کر دے تو اسکے ذمہ ہے ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا اور اسکے وارثا کو پورا خونبہا دینا

سوائے اُس صورت کے کہ دینا معاف کردیں۔ یہاں اہل کے معنی وارث کے ہیں

آل اور بیت کے معنی

جب ہمکو اہل کے معنی معلوم ہوچکے تو البیت کے معنی معلوم کرنے چاہئیں البیت بجائے خود دو لفظوں سے مرکب ہی۔ آل اور بیت۔ اس ال کو جعفر زٹلی کا آلنا سمہ کی ال نہ سمجھیں۔ بلکہ ال تعریفی ہی۔ جسکے معنوں سے تخصیص پیدا ہوتی ہی۔ اور بیت کے معنی کسی جاندار کے شب باش ہونے یا آرام کرنیکی جگہ ہیں۔ گو فن شاعری میں دو مصرعوں کو بھی بیت کہتے ہیں۔ مگر یہاں جائے بیتوتت (شب باش ہونا) مراد ہی جیسے کہ خدا فرماتا ہی
مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۭ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ؀
(سورۂ عنکبوت۔ رکوع ۴۔ پارہ ۲۰) اُن لوگوں کی مثال جنہوں نے خدا کو چھوڑ کر اوروں کو اپنا مالک بنایا ہی اُس مکڑی کی طرح ہی جس نے (اپنے خیال میں) ایک مکان بنایا۔ حالانکہ سب سے بودا گھر مکڑی کا ہی۔ بشرطیکہ وہ سمجھتے ہوں۔

البیت سے مراد خانہ کعبہ ہے

آدمیوں کے لئے جو مکان سب سے پہلے بنایا گیا اسے پروردگار عالم نے اپنے کلام پاک میں پہلے تو اَوَّلَ بَيْتٍ سے یاد کیا ہی۔ اور پھر جہاں اُسکا ذکر آیا ہی اُسے اَلْبَيْتُ فرمایا ہی

قرآن مجید سے ثبوت

ثبوت کے لئے مثالیں پیش کیجاتی ہیں۔ اور سب سے پہلے وہ آیت دکھلاتے ہیں جس میں اس مکان کو اَوَّلَ بَيْتٍ فرمایا اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّھُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ؀ (سورۂ آل عمران۔ رکوع ۱۰۔ پارہ ۴) سب سے پہلا گھر جو تمام آدمیوں کے (نفع کے) لئے بنایا گیا وہ وہی ہی جو مکہ میں ہی۔ وہ برکت والا ہی اور کل عالموں کے لئے ہدایت ہی اسی مکان کا پھر جب پروردگار عالم نے ذکر فرمایا تو البیت کہا یعنی یہی گھر یا وہ گھر۔

(مثالیں)

مثال کے لئے آیات ذیل بچشم غور دیکھیے۔ اور بگوش ہوش سنیئے۔

(۱) وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ط (سورۃ البقرہ رکوع ۱۵-پارہ ۱) اور اُسوقت کو یاد کرو جبکہ ہم نے البیت (بیت اللہ) کو کل آدمیوں کے لیئے ثواب حاصل کرنے کی جگہ اور امن کا مقام مقرر کیا۔

(۲) وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ (سورۃ البقرہ رکوع ۱۵-پارہ ۱) اور اُسوقت کو یاد کرو جبکہ ابراہیمؑ اور اسمعیلؑ البیت (خانہ کعبہ) کی بنیادیں

(۳) فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِهِمَا ط (سورۃ البقرہ-رکوع ۱۹-پارہ ۲) پس جو شخص البیت کا حج کرے یا عمرہ بجا لائے اسے لازم ہو کہ ان دونوں حالتوں میں اُسکا (یعنی خانہ کعبہ کا) طواف بھی کرے۔

(۴) وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ط (سورۃ آل عمران رکوع ۱۰-پارہ ۴) اور کل آدمیوں کے ذمہ خدا کی طرف سے البیت (خانہ کعبہ) کا حج واجب ہے۔ جسکو اُس تک پہنچنے کا مقدور ہو۔

(۵) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْیَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ط (سورۃ مائدہ-رکوع ۱-پارہ ۶) اے ایمان لانیوالو! خدا کی نشانیوں کی بے حرمتی نکرو نہ کسی متبرک مہینہ کی اور نہ نذر کردہ جانور کی اور نہ پٹے دار قربانی کی اور نہ محترم البیت (خانہ کعبہ) میں رہنے والوں کی جو اپنے پروردگار کے فضل اور اسکی خوشنودی کے خواستگار ہوں

(۶) وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَیْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِیَةً ط (سورۃ الانفال رکوع ۴-پارہ ۹) اور ان (مشرکوں) کی نماز البیت پاس سوا سیٹیاں بجانے اور تالیاں بجانے کے کچھ نہ تھی

(۷) وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْئًا وَّطَهِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْقَآئِمِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ہ (سورۃ الحج-رکوع ۴ پارہ ۱۷) اور اُسوقت کو یاد کرو) جبکہ ہمنے ابراہیمؑ کے لئے البیت کو مکان مقرر کیا- اور (یہ ہدایت کی کہ) کسی کو شریک نکرنا اور میرے مکان کو طواف کرنیوالوں- قیام کرنیوالوں اور سجدہ کرنیوالوں کے واسطے پاک رکھنا

(۸) ثُمَّ لْیَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ

(سورۃ الحج - رکوع ۴ - پارہ ۱۷) پھر انکو لازم ہی کہ اپنا میل کچیل صاف کرین اور اپنی منتین پوری کریں اور اسی قدیم البیت (خانہ کعبہ) کا طواف کریں۔

(۹) لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ (سورۃ الحج رکوع ۴ - پارہ ۱۷) تمہارے لیے ایک وقت مقررہ تک ان حیوانات میں فوائد ہیں پھر اسی قدیم البیت (خانہ کعبہ) کے پاس انکے حلال ہونے کا مقام ہے۔

(۱۰) فلیعبدوا رب هذا البیت (سورۃ القریش) پس ان (قریش) کو لازم ہے کہ اس البیت کے رب کی عبادت کرین۔

اب جبکہ ہمکو اہل اور البیت دونوں کے معنوں پر عبور ہو گیا تو اس مرکب کے معنی سمجھ میں آگئے۔ یعنی اہل البیت وہ شخص یا اشخاص ہیں۔ جنکا خدا کے گھر سے خاص تعلق ہو اور جو اس گھر کے مالک۔ اس گھر کے رہنے والے۔ اس گھر کے لائق اور قابل۔ اس گھر کے بیٹے۔ اس گھر کے امین۔ اس گھر کے وارث۔ اس گھر کے محافظ اور اس گھر کے نگراں ہوں۔

البیت و اہل البیت کی تاریخ ابتدائے آدم سے

بعض احادیث سے یہ معلوم ہوا ہی کہ حضرت آدم علیہ السلام نے سب سے پہلے خدا کے حکم سے اس محترم مکان کی بنیاد رکھی۔ گویا سب سے پہلے اہل البیت وہ تھے۔ اور قرآن مجید میں جس شخص سے سب سے پہلے خدا کے فرشتوں نے اہل البیت خطاب کر کے بات کی ہی وہ حضرت خلیل اللہ بانیٔ بنائے کعبۃ اللہ ہیں۔ بنائے کعبہ حسب تصریح کتب تواریخ و سیر۔ بعد واقع طوفان نوحؑ حضرت ابراہیمؑ نے بمدد حضرت اسمعیلؑ ڈالی تھی جسکی تائید کلام اللہ سے بھی ہوتی ہی جیسا کہ سورۃ البقرہ (رکوع ۱۵) میں خدا تعالیٰ فرماتا ہی۔ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ یعنی اسوقت کو یاد کرو جبکہ ابراہیمؑ اور اسمعیلؑ البیت (خانہ کعبہ) کی بنیادیں اٹھا رہے تھے۔ جناب ابراہیمؑ اور اسمعیل جس وقت خدا کے اس کام سے فارغ ہوئے تو انھوں نے خدا تعالیٰ سے عرض کی کہ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اے پروردگار ہمارے ہماری اس ناچیز خدمت کو قبول کر۔ خدا نے اس خدمت کو قبول فرمایا۔ اسکا ثبوت یہ ہی کہ اسکے بعد جو دعائیں جناب ابراہیم و

و اسمعیل علیہ السلام نے اپنے امتحانِ اطاعت اور ثابت قدمی کے لئے کی ہیں وہ سب پروردگارِ عالم نے قبول فرمائیں۔ جن میں سے بعض کا ذکر ہم اپنے مضمون ذبحِ عظیم میں بیان کر چکے ہیں اس دعا کو سرفرازئے قبولیت عطا ہونا بھی کا یہ نتیجہ تھا کہ جب خدا کے خاص فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کی امت کو خلافِ فطرت بدفعلی کی سزا دینے کیلئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جناب اسحٰق و جناب یعقوبؑ کی ولادت کی بشارت دینے کے لئے بھیجے گئے تو انھوں نے جناب ابراہیم علیہ السلام کو بہ خطاب اہل البیت خطاب کیا۔ جیسا کہ سورہ ہود رکوع ۷۔ پارہ (۱۲) میں لکھا ہے وَامْرَاَتُہٗ قَآئِمَۃٌ فَضَحِکَتْ فَبَشَّرْنٰھَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ قَالَتْ یٰوَیْلَتٰٓی ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ رَحْمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکٰتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ اِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی زوجہ کھڑی ہوئی تھیں وہ حائضہ ہو گئیں پس ہم نے انکو (ولادت) اسحٰقؑ کی اور بعد اسحٰقؑ (ولادت) یعقوبؑ کی خوشخبری دی تو وہ بولیں ہائے خرابی میری۔ کیا مجھ سے بچہ پیدا ہوگا۔ حالانکہ میں بڑھیا پھونس ہوں۔ اور یہ میرے شوہر ضعیف و بیکار ہیں۔ یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے۔ فرشتے بولے اے عورت کیا تو امرِ خدا سے تعجب کرتی ہے؟ حالانکہ اے اہل البیت تم پر خدا کی رحمت اور برکتیں ہیں اور یقیناً خدا سزاوارِ حمد و ثنا ہے اس آیت میں بھی عوام الناس کو دھوکا دینے کے لئے یہ بیان کیا جاتا ہے کہ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ کو بھی بخطاب اہل البیت یاد کیا گیا ہے مگر یہ ظاہر بظاہر غلط ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ سے جب خطاب ہے تو واحد مؤنث حاضر کا صیغہ (تَعْجَبِیْنَ) استعمال کیا گیا ہے اور لفظ اہل البیت کا خطاب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف ہے جیسا کہ (عَلَیْکُمْ) کی ضمیر مذکر مخاطب سے صاف ظاہر ہے۔ المختصر بعد واقعہ طوفانِ نوحؑ جب سے جناب ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ نے بحکم خدا بنائے کعبۃ اللہ فرمائی ہے دونوں (باپ بیٹے) البیت کے متولی اور محافظ قرار پائے جیسا کہ آیہ ذیل سے ان کا اہل بیت ہونا ظاہر ہے وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھٖمَ

مُصَلًّى ۭ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّاۗىِٕفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ (سورۃ البقرۃ - پارہ ۱ - رکوع ۱۵) اور (اسوقت کو یاد کرو) جبکہ ہم نے البیت (خانہ کعبہ) کو کل آدمیوں کے لئے ثواب کی جگہ اور امن کا مقام مقرر کیا (اور یہ حکم دیا) کہ مقامِ ابراہیمؑ کو مصلے قرار دو - اور ابراہیمؑ و اسمعیلؑ کو اس عہد پر مامور کیا کہ تم دونوں (باپ بیٹے) میرے مکان کا طواف کرنیوالوں - اعتکاف کرنیوالوں - رکوع اور سجود کرنیوالوں کے لئے پاک و صاف رکھو - جناب ابراہیم علیہ السلام کا انتقال ہو گیا - تو اہل البیت اسمعیل علیہ السلام مقرر ہوئے اور بعد جناب اسمعیل علیہ السلام کے اُنکے بیٹے قیدار اہل البیت ہوئے - قیدار کے بعد اُنکے بیٹے حمل - حمل کے بعد اُنکے بیٹے النبت - پھر اُنکے بیٹے سلامان - پھر اُنکے بیٹے ہمیسع اُنکے بعد اُنکے بیٹے الیسع - اُنکے بعد اُنکے بیٹے اُدو - اور پھر اُنکے بیٹے اُد - اور پھر اُنکے بیٹے عدنان - اور پھر اُنکے بیٹے معد اور اُنکے بعد اُنکے بیٹے نزار - اور پھر اُنکے بیٹے مضر اور پھر اُنکے بعد الیاس - اور پھر مدرکہ اور پھر خذیمہ اور پھر کنانہ - اور پھر نضر جنکا دوسرا نام قریش تھا - اُنکے بعد اُنکے بیٹے مالک - اور پھر اُنکے بعد فہر - اور پھر غالب اور پھر لوی پھر کعب - پھر اُنکے بیٹے مرہ - اور پھر کلاب - اور پھر زید جنکا دوسرا نام قصی تھا - اُن کے بعد اُنکے بیٹے مغیرہ جو عبدِ مناف مشہور تھے پھر اُنکے بیٹے ہاشم - اور اُنکے بعد اُنکے بیٹے شیبۃ الحمد المعروف بہ عبد المطلب سلسلہ بہ سلسلہ اور نمبر بہ نمبر اہل البیت ہوئے یہ جناب عبد المطلب جناب رسولِ خدا کے جدِ امجد ہیں -

اَبرہہ حاکم یمن کا البیت پر حملہ

یہ انہی کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ اَبرہہ حاکم یمن نے شہر مکہ پر فوج کشی کی وجہ اس حملہ کی یہ تھی کہ ابرہہ جو بادشاہ حبشہ کی طرف سے یمن کا گورنر تھا - اُسکی خواہش یہ تھی کہ اپنے دار الحکومت میں ایک ایسا میلہ قائم کرے جس میں تمام ملک عرب شام اور حبشہ کے سوداگر جمع ہوا کریں جس طرح ہمارے ہاں ملک بہار میں چھتر کا میلہ ضلع آگرہ میں بٹیسر کا میلہ قسمت میرٹھ میں میرٹھ کی نوچندی وغیرہ اور بہت سے ایسے میلے ہوتے

ہیں جن میں لاکھوں کا مال تجارت آتا اور جاتا ہے۔ اسی طرح اُسکا بھی خیال تھا کہ یہ میلہ اُسکی
یادگار رہے۔ اور اِس علاقہ کے لوگ اُس سے منتفع ہوا کریں۔ یہ خواہش فی نفسہ بُری نہ تھی
مگر چونکہ اِس خواہش کی بنا ہمسری تھی بلکہ برتری اُس میلہ سے مقصود تھی جو حج کعبۃ اللہ کے لئے
سال بسال قائم ہوا کرتا تھا اور اُسکو زمانہ جاہلیت میں موسم کے نام سے موسوم کرتے
تھے اِس وجہ سے اُسے حسب دلخواہ کامیابی نہ ہوئی۔ تب اُسنے شہر صنعا میں ایک عبادت خانہ
بنوایا کہ لوگ اُسی کی عبادت کے خیال سے جمع ہوا کریں مگر نہوئے۔ جب اِس طرح بھی
آرزو برآتی نظر نہ آئی تو اُسنے یہ ٹھان لی کہ مکہ معظمہ پر حملہ کرکے شہر کو برباد و تاراج اور بیت اللہ
یا البیت کو مسمار و منہدم کرکے اُسکے نام و نشان کو مٹا دے۔ چنانچہ حبشہ سے بہت سے
ہاتھی طلب کئے اور ایک جرار لشکر ہمراہ لیکر چڑھ آیا۔ اہل مکہ تو اُسکے خوف سے شہر کو چھوڑ کر
بھاگ گئے مگر **اہل البیت** سوائے ربّ البیت کے کسی سے ڈرنیوالے نہ تھے
اِس لئے قائم اور ثابت قدم رہے۔ بلکہ جسوقت حضرت عبد المطلب کے غلاموں نے آکر
اطلاع دی کہ آپکے اونٹ اور بھیڑ بکریوں کے گلّے ابرہہ کے آدمی) لوٹ کر لے گئے تو حضرت
عبد المطلب نے عصائے ابراہیمؑ ہاتھ میں لیا اور جبّہ در بر و عمامہ بسر نہایت شان و شوکت
سے ابرہہ کے پاس اپنے مال کی واپسی کے لئے تشریف لے گئے۔ متولیان البیت
کی کسی دنیاوی دربار میں سوائے دربار یزید و ابن زیاد کے کبھی بے عزتی نہیں ہوئی
چنانچہ ابرہہ کو جسوقت حضرتِ عبد المطلب کی آمد آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ تعظیم کے لئے
نہ فقط اُٹھ کر کھڑا ہوا بلکہ در خیمہ تک استقبال کے لئے بھی آیا۔ اور نہایت احترام سے لیجا کر
حضرت عبد المطلب کو تخت پر بٹھایا اور خود نیچے بیٹھ گیا۔ اور آنے کی وجہ دریافت کی حضرت
نے فرمایا کہ تیرے آدمی میرے مویشی میرے غلاموں سے جبراً چھین لائے ہیں اُنکو واپس
دلوا دے ابرہہ نے عرض کی کہ میں حضور کی فرمائش پوری کرنیکو تیار ہوں۔ مگر تعجب
یہ ہے کہ آپنے اپنے مویشی کا تو خیال کیا اور اِس عمارت کا جو آپکے زعم میں بیت اللہ ہے
اور جسکے مسمار کرنیکے لئے میں جرار لشکر لیکر آیا ہوں کچھ خیال نہ کیا۔ نہ کوئی سفارش فرمائی
حالانکہ میں آپکی سفارش رد نکرتا۔ حضرت عبد المطلب نے ارشاد فرمایا کہ اِس مویشی کا

تو میں مالک ہوں - اور اس مکان کا صرف محافظ ہوں - جو اسکا مالک ہی وہ خود اسکی حفاظت کی فکر کریگا - چنانچہ حضرت اپنے مویشی لیکر چلے آئے - ابرہہ اپنے ارادے سے باز نہ آیا - دوسرے تیسرے روز چاروں طرف فوج پھیلا کر زور شور سے حملہ کر دیا جسکے دفعیہ کے لئے رب البیت کے بیشمار لشکروں میں سے ایک حقیر پرندا ابابیل کا ادنے سا لشکر بھیجا گیا - جو پتھرائی ہوئی مٹی کے ہتھیار وں سے مسلح تھا - ایک ایک ابابیل تین تین ملعونوں کے فنا کرنیکو کافی تھی - جو کچھہ اس فوج و لشکر پر گزری وہ قرآن مجید میں ما قل و دل کے طور پر سورۂ فیل و قریش میں اس طرح درج ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ۝ اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَھُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ ۝ وَّاَرْسَلَ عَلَیْھِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ ۝ تَرْمِیْھِمْ بِحِجَارَۃٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ۝ فَجَعَلَھُمْ کَعَصْفٍ مَّاْکُوْلٍ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۝ اٖلٰفِھِمْ رِحْلَۃَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ۝ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ ھٰذَا الْبَیْتِ ۝ الَّذِیْٓ اَطْعَمَھُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَھُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝ (ترجمہ ہر دو سورہ) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں (اصحاب فیل) کی کیسی گت بنائی تھی - کیا اسنے انکا مکر بیکار نہ کر دیا - اور ان پر ابابیلوں کے جھنڈ بھیجے - جو ان پر کنکریاں مارتے تھے - اور انکو ایسا کر دیا تھا جیسا کہ چبایا ہوا بھوسا -

تاکہ قریش کو جاڑے اور گرمی کے سفر کا جو چسکا پڑا ہوا ہے وہ برقرار رہے (اس طرح دشمنوں کو تباہ کر دینے کے سبب) انکو لازم ہے کہ اس مکان (البیت) کے رب کی عبادت کرتے رہیں جو بھوک سے بچانے کے لیے انھیں طعام عنایت فرماتا ہے اور جب خوف طاری ہوتا ہے تو اسی طرح انھیں بچا لیتا ہے -

جناب اسمعیلؑ کا متولی البیت ہونیکا استحقاق

اب ہمکو یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ عہدہ یعنی اہل البیت ہونا حضرت ابراہیمؑ سے نسل جناب اسمعیلؑ میں استحقاقاً منتقل ہو کر وراثۃً جناب عبد المطلب تک پہنچا ہے بعد جناب عبد المطلب کے کس کو ملا؟ ہم نے جو استحقاقاً کہا اسکا یہ مطلب ہی کہ جناب

ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تو دو تھے حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ مگر اہل البیت ہونیکا حق صرف جناب اسمٰعیل علیہ السلام اور انکی اولاد ہی کو حاصل تھا۔ نہ کہ اسحٰق علیہ السلام اور انکی اولاد کو۔ کیونکہ بنائے البیت میں جناب اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیم کے مددگار تھے اور اسکی تین شہادتیں موجود ہیں۔

(۱) قرآن مجید (الف) وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ ۝ (سورۃ البقرۃ پارہ ۱ رکوع ۱۵) اور (اے پیغمبرؑ تم) اسوقت کو یاد کرو جب ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ البیت کی بنیادیں اٹھا رہے تھے۔

(ب) وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ الْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ (سورۃ البقرۃ۔ رکوع ۱۵۔ پارہ ۱) اور ہم نے ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کو اس عہد پر مامور کیا کہ تم دونوں (باپ بیٹے) میرے مکان کو طواف کرنیوالوں۔ اعتکاف کرنیوالوں۔ اور رکوع و سجود کرنیوالوں کے لئے پاک و صاف رکھو

(۲) حرم کعبۃ اللہ میں مقام ابراہیمؑ اور حجر اسمٰعیلؑ کا ابتک موجود ہونا

(۳) اولادِ اسمٰعیلؑ میں سے برابر اور مسلسل اہل البیت کا ہونا۔

بعد جناب عبدالمطلبؑ اہل البیت کون ہوا؟

بعد جناب عبدالمطلبؑ کے یہ تو کھلا تاریخی واقعہ ہے کہ جناب ابوطالبؑ قوم قریش کے رئیس۔ ملکِ حجاز کے بادشاہ۔ البیت کے متولی اور خدا کی کل چیزوں کے محافظ قرار پائے۔ ازانجملہ خدا کے رسولؐ کے بھی۔ مگر کیوں قرار پائے؟ اس لئے کہ انکے بھائی حضرت عبداللہ والد ماجد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال جناب عبدالمطلب کے حین حیات ہو چکا تھا۔ اور اس طرح خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محجوب لارث ہو چکے تھے۔ حضرتِ ابوطالب علیہ السلام نے اپنے متعلقہ فرائض کو جس خوبی سے انجام دیا ہے اسکی کسی قدر کیفیت اسنی المطالب فی نجات ابیطالبؑ مطبوعہ مصر مصنفہ سید احمد بن زینی دحلان مفتی فرقہ شافعیہ مکہ معظمہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔ ان حضرات نے خدا کے رسولؐ اور اپنے ایمان کی

حفاظت اس خوبی سے کی کہ اس سے بڑھکر ہو نہیں سکتی تھی۔ اور جب تک زندہ رہے کفار قریش جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جیسا انکا جی چاہتا تھا ویسا آزار نہ پہنچا سکے۔

بعد جناب ابوطالب اہل البیت کون ہوا؟

بعد جناب ابوطالب اہل البیت کون ہونا چاہیئے؟ یہی معرکۃ الآرا بات ہے اور اسی پر حقیقی مفہوم اہل البیت کا دار و مدار ہے۔ حضرت ابوطالب کے چار بیٹے تھے طالبؑ۔ عقیلؑ۔ جعفرؑ۔ علیؑ۔ اور چونکہ تولیت البیت مثل ریاست ہمیشہ کسی ایک ہی کو ملتی رہی ہے۔ لہٰذا جس طرح حضرت ابراہیمؑ کے بیٹوں میں سے صرف حضرت اسمعیلؑ کو بوجہ استحقاق شرکت بنائے کعبہ یہ تولیت وراثۃً ملی تھی اسی طرح اولاد جناب ابوطالب علیہ السلام میں سے حضرت علی علیہ السلام کو یہ تولیت وراثۃً پہنچی۔ اور گو جناب امیر علیہ السلام حضرت ابوطالبؑ کے سب بیٹوں میں کم سن تھے مگر انکے اہل البیت ہونے کا یہ استحقاق خاص تھا کہ البیت کے اندر سوائے انکے کوئی دوسرا پیدا نہیں ہوا حضرت علی علیہ السلام کو یہ شرف تمام مخلوق خدا پر حاصل ہے کہ وہ خدا کے خانہ زاد ہیں۔ اس ولادت کے مفصل حالات تو ہم اپنے مضمون خانہ زاد خدا میں بیان کر آئے ہیں۔

اہل البیت کی معنی کا تطابق جناب امیر کی ذات بابرکات پر

یہاں ناظرین اہل اور البیت کو ملا کر حضرت علیؑ ابن ابیطالبؑ کی ذات پر منطبق کر کے دیکھیں اور غور کریں کہ حضرت ابراہیمؑ سے لیکر ان حضرتؑ تک جس قدر اہل البیت مقرر ہوئے ان میں سے ہر ایک ذات پر کتنے معنی راست آتے ہیں؟ حضرت علی علیہ السلام البیت کے ساکن۔ البیت کی اولاد۔ البیت کے لائق قابل مستحق۔ البیت کے مالک۔ البیت کے وارث۔ البیت پر قابض۔ البیت پر متصرف۔ البیت کے محافظ

اور البیت پر ہر طرح کا اختیار رکھنے کے سزاوار تھے۔ اور سب کو اگر البیت کے محافظ و متولی ہونے کا استحقاق تھا تو ان حضرت کو بیٹا اور مالک ہونیکا۔ کوئی یہ دھوکا نہ کھائے کہ اس پردہ میں خدا کا بیٹا کہدیا خدا کا بیٹا یا بیٹی قرار دینا کفر و زندقہ ہے۔ مگر جس طرح باوجود اس کے کہ خدا جسم و جسمانیات مکان اور زماں سے منزہ ہے تاہم البیت بیت اللہ اور وہ خود رب اہل البیت کہلاتا ہے اسی طرح حضرت علی علیہ السلام اُسکے خالص اور خاص بندے اور ایسے بندے ہیں کہ جنکے لیے البیت (جسکی طرف کل عالم کو سجدہ کرنیکا حکم ہوا) مولد (زچہ خانہ) مقرر ہوا۔

تکمیل انطباق معنی اہل البیت

حضرت علیؑ کی ذات و الاصفات پر اہل کے اور معنی بھی منطبق ہوتے ہیں جس میں خود جناب رسول خداؐ اور آنکی کل اُمت شامل ہے۔ اور وہ معنی تابعین البیت یا اہل قبلہ ہیں۔ اب اہل کے معنی جو ایسے باقی رہے جن کا انطباق لفظ اہل کو البیت کے ساتھ ملانے کے بعد بھی حضرتؑ کی ذات و الاصفات پر نہیں ہو سکتا تھا وہ دو معنی ہیں (۱) کنبہ (۲) زوجہ۔ بشرطیکہ کنبہ کی بیٹی ہو) اسی لئے خود آیۂ تطہیر کا نزول اسوقت تک نہ ہوا جب تک کہ حضرت علی علیہ السلام کا عقد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اکلوتی بیٹی جناب فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا سے ہو کر حسنین علیہما السلام پیدا نہ ہو چکے اور اس طرح پورا کنبہ نہ ہو گیا اور اس طرح یہ دونوں معنی بھی منطبق ہو گئے۔

جناب رسولِ خدا خود اہل البیت بلکہ سردار اہل البیت ہیں

شاید کسی کوتاہ نظر کو یہ سوجھے کہ اس تمام بیان سے خود جناب رسالت مآبؐ کی ذات بابرکات کو اہل البیت ہونے سے خارج کر دیا۔ اور حضرت علیؑ اور آنکی اولاد کو آنحضرتؐ کی ذات پر ترجیح دیدی تو اس خیال کا بطلان اس طرح ہو سکتا ہے کہ جناب رسالت مآبؐ بحیثیت نائب خدا خود رب البیت کے نائب اور تمام حقوق سے فائق حق جو سلطانی

رکھنے والے ہیں۔ پس حضرتِ علیؑ اور اولادِ علی جو وراثۃً اور استحقاقاً اہل البیت ہیں وہ
بھی آنحضرتؐ کی رعایا ہیں۔ ہاں یہ اور بات ہی کہ رعایا رعایا میں فرق ہوتا ہی سلطان وقت
کی رعایا میں ولی عہد بھی داخل ہوتا ہی۔ اور اُسکی اولاد بھی۔ اور اسی طرح عوام بھی بزاز ہوں یا
دلّال ہوں یا حجام۔ لیکن کوئی صاحب عقل و فہم جو تفاوت اُنکے مراتب میں ہی اُسکو نظر انداز
نہیں کرسکتا۔ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ ایک عام بزاز یا دلّال یا حجام کو کبھی ولی عہد کا ہمسر یا ہم رتبہ یا اُس سے

روز فتح مکہ جناب رسول خدا نے خود اپنے اور حضرت علیؑ کے حقوق کو واضح کردیا

جنابِ رسولِ خدا نے ہنگام فتح مکہ خود اپنے اور حضرتِ علیؑ کے استحقاق کو نہایت واضح طور
سے ثابت کردیا جسکا مفصل ذکر کتب میں موجود ہی۔ اور جسے ہدایت حاصل کرنا منظور ہو وہ ادنیٰ
غور و تامل سے سمجھ سکتا ہی۔ ہر مکان میں جو کسی سلطنت کی حدود میں واقع ہو بادشاہ کو
حق سلطانی اور اُس مکان کے قابض کو حق ملکیت حاصل ہوتا ہی۔ بادشاہ اگر اپنی کسی مصلحت
سے مالک کو اِس مکان میں کسی تغیر و تبدل کا حکم دے تو بہ حیثیت رعایا مالکِ مکان کا فرض ہی
کہ اُسکی تعمیل کرے۔ اور سلطانِ عادل بمقتضائے عدالت اگر کسی مکان میں کوئی تغیر و تبدل
ہونا چاہیگا تو خود اسکے مالک ہی کو اسکی بابت حکم دیگا۔ اور خود آپ اُسوقت تک دست اندازی
نکریگا جب تک اُسکو یہ علم نہ ہوجائے کہ مالکِ مکان سرکش ہی۔ اور میرے حکم کی تعمیل نہیں کرتا
دنیوی باتوں کی مثال دیکر کلام خدا کی توضیح و تشریح کرنا بر وے حدیث صحیح جائز ہی اس بنا پر یہ مثال پیش
کیجاتی ہی کہ جب ملکِ معظم ایڈورڈ ہفتم بزمانِ ولیعہدی سلطنت ہند کی سیر کو تشریف لائے
تھے تو جن جن شہروں میں اُنکا ورود ہوا تھا اور اُنکو جن جن بازاروں میں اور راستوں سے گذر ہونیوالا تھا
اور اِن بازاروں اور راستوں پر جن جن لوگوں کے مکانات اور دکانیں واقع تھیں اُنکو بہ بنائے حق سلطانی
گورنمنٹ کی طرف سے اطلاع دی گئی تھی کہ وہ اُنکو بوسیدہ اور شکستہ حالت میں نہ رہنے دیں اور نیز فقط
پلاسٹر و قلعی وغیرہ سے اُنکی ٹیپ ٹاپ کردیں بلکہ جہانتک ممکن ہو اُنکی آرائش و زیبائش مد نظر رہے
عدالت کا اقتضا یہ بھی ہوتا ہی کہ جب مطیع رعایا کو اِس قسم کا کوئی حکم دیا جائے جسکی تعمیل اُس کے
حدِ امکان سے خارج ہو تو اُسکو اِس قابل بنانیکے لئے امداد بھی دیجائے۔ چنانچہ جن لوگوں کی مالی حالت
مرمت و درستی و آرائش مکان کے قابل نہ تھی اُنکو گورنمنٹ کی طرف سے مناسب مالی امداد بھی دیگئی

اب غور کیجیے کہ جسوقت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا داخلہ فاتحانہ شان سے شہر مکہ معظمہ اور حرم خانہ خدا میں ہوا تو حضرتؐ کو بمصالح امور سلطنت الہیہ البیت کی حالت میں جس ترمیم کی ضرورت محسوس ہوئی تھی وہ اس مقدس مقام سے بتوں کا اخراج تھا مگر آنحضرتؐ نے یہ کام نہ خود اپنے دست مبارک سے انجام دیا۔ نہ اپنے اہل لشکر میں سے کسی کو اسکے سرانجام کا حکم دیا بلکہ بہ حیثیت سلطان عادل اپنی حق سلطانی کو کام فرما کر وارث جائز۔ مالک البیت یا اہل البیت حضرت علی علیہ السلام کو حکم دیا کہ ان بتوں کو توڑ ڈالو اور اس پاک گھر کو انکی نجاست سے صاف کر دو حضرت علی علیہ السلام نے بہ حیثیت وفادار مطیع رعایا اس حکم کی یہاں تک پوری پوری تعمیل کی جہانتک ظاہرا ان حضرت کے امکان میں تھا۔ لیکن جو بت زیادہ بلندی پر نصب تھے انکی نسبت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے درخواست کی کہ آنحضرت خود میرے شانوں پر سوار ہو کر اپنے دست حق پرست سے انکو توڑ دیں مگر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ یا علیؑ تم بار نبوت نہیں اٹھا سکتے۔ میں بار امامت اٹھا سکتا ہوں تم میرے شانوں پر سوار ہو۔ اور میرے حکم کی تعمیل کی تکمیل کر دو چنانچہ تعمیل کی گئی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اس ارشاد میں کیا کیا مصلحتیں تھیں۔ ان میں سے بعض کا بیان ہم اپنے مضمون راکب دوش رسول میں انشاء اللہ مفصل لکھیں گے یہاں ہم اس بات کو صرف اس حیثیت سے دیکھتے ہیں کہ جب جناب علی مرتضےٰ آنحضرتؐ کے حکم کی تعمیل میں مصروف ہو گئے تو جو بات ظاہرا انکے حد امکان سے خارج تھی اسمیں آنحضرت نے بمقتضائے عدل و انصاف جو مدد دینی چاہیے تھی وہ مدد دیدی۔ اور اس حکم کی کماحقہ تعمیل ہو گئی۔

حضرت علی کو کیا شرف حاصل ہوا۔ اور کیسی بزرگی ملی۔ اسکی تصریح بھی انشاء اللہ اسی مضمون راکب دوش رسول میں ہمارے ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے۔ مگر یہاں اتنا ہی جتا دینا کافی ہے کہ آنحضرتؐ کا حق سلطانی اور حضرت علی علیہ السلام کا حق ملکیت البیت اہل دنیا نے روز روشن کی طرح دیکھ لیا۔ اور اس تقریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ آنحضرتؐ اہل البیت سے خارج نہیں بلکہ کل اہل البیت یا اہلبیت کے سردار اور سلطان ہیں۔

جناب امیر نے خود اس حق کو مانا ہے

جناب رسولِ خدا کی وفات پر جو مرثیہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا اُسکا آخری شعر مثال کے طور پر یہاں درج کیا جاتا ہی جس سے صاف ظاہر ہی کہ جناب رسولِ خدا سردار اہلبیت تھے ؎

اِذَا مَا دَاسُ اَھْلِ الْبَیْتِ وَلّٰی بَدَتْ لَھُمْ مِنَ النَّاسِ الْجَفَاءُ

جس وقت سے سردار اہلبیت نے (دنیا سے) منھہ موڑا۔ لوگوں سے انکے (یعنی اہل بیت کے) حق میں جفائیں ظاہر ہوئیں۔

خاتمہ

ہمارے ناظرین اب بہت اچھی طرح سے سمجھ گئے کہ البیت کیا چیز ہی اور اہل البیت یا اہلبیت کون ہیں؟ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پیاری اُمت میں کیا کیا امانتیں چھوڑی ہیں۔ اور اُمت کو کن کن کی اطاعت اور پیروی کا حکم دیا ہی اسکو اُمت علی العموم جانتی ہی کہ وہ امانتیں کتاب خدا اور اہلبیت مصطفٰے ہیں۔ مگر اہلبیت کے مفہوم سے چونکہ علی العموم بیخبری رہی ہے۔ ہمنے حتی الامکان اُس بیخبری کو دور کرنیکی کوشش کی ہے اور دلائلِ قاطعہ و براہین ساطعہ سے واضح و لائح طور سے ثابت کر دیا اور بتا دیا ہی کہ اہل البیت جناب علی مرتضٰے جناب فاطمہ زہرا جناب حسن مجتبٰے۔ جناب حسین سید الشہدا علیہم السلام اور پھر اولاد جناب امام حسین علیہ السلام میں سے وہ امام یکے بعد دیگرے ہیں۔ جنکی اطاعت سے اُمت جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر فرد بشر اس لائق ہو سکتا ہے کہ حوض کوثر پر جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو سرخرو ہو کر پہنچے وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

حررہ الراجی الی رحمۃ ربہ الاحد عبدہ

السید مقبول احمد ایدہ اللہ الصمد۔

مقبول پریس دہلی میں سید ظفریاب علی کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا

